© rasailojaraid.com

دین میں تنگی نہ ہونے کی متعدد تفاسیر

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دار العلوم نعیمیہ، کراچی

سابق رکن، اسلامی نظریاتی کونسل (حکومتِ پاکستان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ما جعل علیکم فی الدین من حرج کی تفسیر میں فرمایا حرج کا معنی تنگی ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۲۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس دین کی تم عبادت کرتے ہو اس میں تم پر کوئی تنگی نہیں ہے، تم کو جن احکام کا مکلف کیا گیا ہے ان میں کوئی مشکل حکم نہیں ہے اور کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس کا کوئی حل نہ ہو، کوئی ایسی دشواری نہیں ہے جس کا کوئی مخرج نہ ہو، بعض چیزوں کا مخرج توبہ ہے، بعض چیزوں کا مخرج کفارہ ہے اور بعض چیزوں کا مخرج قصاص ہے۔

بعض چیزوں میں عزیمت کے مقابلہ میں رخصت ہے، جو شخص کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا وہ بیٹھ کر نماز پڑھ لے، سفر میں چار رکعت کی نماز کی جگہ دو رکعت نماز پڑھ لے، روزہ نہ رکھے بعد میں قضا کر لے اس طرح بیمار کے لئے بھی روزہ قضا کرنے کی رخصت ہے، اور جو شخص دائمی مریض ہو وہ روزے رکھنے کے بجائے فدیہ دے دے، اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ کرے، قتل خطا میں، قسم توڑنے میں، روزہ توڑنے میں، اور بیوی کو یہ کہہ دیا کہ تیری پشت میری ماں کی پشت کی مثل ہے ان سب میں کفارہ کو مشروع کر دیا، قسم توڑنے کے سوا باقی سب میں دو ماہ کے روزے ہیں اور قسم توڑنے کا کفارہ دس آدمیوں کا کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا یا تین روزے ہیں غرض دین میں کوئی تنگی نہیں ہے۔

امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی المعروف با بن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے

ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے ہم سے کون سی تنگی اور حرج کو دور کیا ہے انہوں نے کہا کہ بنو اسرائیل پر جو مشکل احکام تھے ان کا بوجھ تم سے اتار دیا گیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۰۳۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسلام میں تم پر وسعت رکھی ہے تمہارے لئے توبہ اور کفارہ کو مشروع کر دیا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۰۳۴)

مقاتل بن حیان اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دین میں تمہارے اوپر تنگی نہیں رکھی، اور جو شخص بھی دین میں داخل ہوا اس کے لئے وسعت اور گنجائش ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ ہر وہ حکم جو بندہ پر فرض کیا گیا ہے جب اس کی ادائیگی میں مشکل یا اضطرار ہو تو ضرورت کے وقت اس میں رخصت کو مشروع کیا گیا ہے، مسلمانوں پر چار رکعت نماز فرض کی گئی ہے لیکن سفر میں چار رکعات کے بجائے دو رکعت مشروع کر دی گئی ہیں، جب کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکے تو اشارہ سے نماز کو مشروع کر دیا ہے، اگر دشمن کے خوف سے قبلہ کی طرف منہ نہ کر سکے تو چلتی سواری کا جس طرف منہ ہو اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے۔ اگر وضو یا غسل کے لئے پانی نہ ملے تو تیمم کر لے، مقیم پر روزہ فرض ہے اور مسافر کے لئے قضا کی رخصت ہے اور اگر بالکل روزہ نہ رکھ سکے تو فدیہ دے دے۔ اگر سفر کا خرچ نہ ہو یا ظالم حکمران حج کے لئے نہ جانے دیں تو حج نہ کرنے کی بھی رخصت ہے، اسی طرح بیماروں، کمزوروں اور معذوروں کے لئے جہاد نہ کرنے کی بھی رخصت ہے، اگر سخت بھوک کی وجہ سے مرنے کا خطرہ ہو اور کوئی حلال چیز دستیاب نہ ہو تو بہ قدر ضرورت حرام چیز کھانے کی بھی رخصت ہے اور اس حالت میں مردار، خون حتیٰ کہ خنزیر کا گوشت کھانے کی بھی رخصت ہے اور ان تمام امور کا ذکر قرآن مجید میں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس امت پر یہ آسانی فرمائی ہے کہ اس کو اتنی کثیر رخصتیں عطا فرمائی ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۰۳۶، ج ۸ ص ۲۵۰۷-۲۵۰۶، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

جب عزیمت (فرض) پر عمل کرنا مشکل ہو تو رخصت پر عمل کرنا فرض ہے

اللہ تعالیٰ نے عزیمت (اصل حکم) کو بھی مشروع فرمایا ہے اور عذر کے وقت رخصت کو بھی مشروع فرمایا ہے کیونکہ اسلام دین فطرت اور دین یسر ہے اور جس طرح بلا عذر اصل حکم پر عمل نہ کرنا گناہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اسی طرح عذر کے وقت رخصت پر عمل نہ کرنا بھی گناہ ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے اللہ کی دی ہوئی ان رخصتوں پر عمل کرنا واجب ہے جو اس نے تم کو دی ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۱۵، رقم الحدیث المسلسل: ۲۵۷۳، کنز العمال رقم الحدیث: ۵۳۳۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رمضان میں رسول اللہ ﷺ مکہ روانہ ہوئے، آپ نے روزہ رکھ لیا، جب آپ کراع الغمیم میں پہنچے تو آپ نے پانی کا پیالہ منگوا کر اسے اوپر اٹھایا حتیٰ کہ لوگوں نے اسے دیکھ لیا، پھر آپ نے وہ پانی پی لیا، آپ کو بتایا گیا کہ بعض لوگ اپنے روزے پر برقرار ہیں آپ نے فرمایا وہ نافرمان ہیں! وہ نافرمان ہیں! (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۱۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۷۱۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۲۶۳)

ابوطعمہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص نے آکر کہا اے ابو عبدالرحمٰن! میں سفر میں روزے رکھنے کی قوت رکھتا ہوں، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ کی دی ہوئی رخصتوں کو قبول نہیں کرتا اس کو (میدان) عرفہ کے پہاڑوں جتنا گناہ ہوگا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۷۱ طبع قدیم، احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے حاشیہ مسند احمد ج ۵ ص ۱۵، رقم الحدیث: ۵۳۹۲، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، ۱۴۱۶ھ، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۵۳۲، اس کی روایت حضرت عقبہ بن عامر سے ہے، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کرنے کو اس طرح پسند کرتا ہے جس طرح اپنی نافرمانی کو ناپسند کرتا ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۸، قدیم، احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۵۸۷۳، دار الحدیث قاہرہ ۱۴۱۶ھ، مسند البزار رقم الحدیث: ۹۸۸، ۹۸۹، شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۸۹۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کی دی ہوئی رخصت پر عمل کیا جائے جس طرح اس کو پسند فرماتا ہے کہ اس کے عزائم (فرائض) پر عمل کیا جائے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۸۸۰، مسند البزار رقم الحدیث: ۹۹۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۵۴، حافظ الہیثمی نے کہا مسند البزار کے روای ثقہ ہیں مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۲،

شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۸۸۹) کنز العمال رقم الحدیث: ۵۳۳۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کی دی ہوئی رخصتوں کو قبول کیا جائے جس طرح اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کے عزائم (فرائض) پر عمل کیا جائے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۰۳۰، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۶۰۲، حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں معمر بن عبداللہ انصاری ہے اس کی مرفوع حدیث کی متابعت نہیں کی جاتی، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۲، کنز العمال رقم الحدیث: ۵۳۳۱)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے یہ ہم نے سخت گرمی میں سفر کیا تھا، ہم راستہ میں ایک جگہ ٹھہر گئے، ہم میں سے ایک شخص درخت کے نیچے جا کر لیٹ گیا، وہ بیمار لگتا تھا اور اس کے ساتھی اس کی تیمارداری کر رہے تھے، جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو پوچھا اس کو کیا ہوا ہے، لوگوں نے کہا یہ روزہ دار ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے تم کو جو رخصتیں دی ہیں ان کو لازم کرلو اور ان کو قبول کرو۔ (حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کو امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۱)

دین آسان ہے سو مشکل احکام نہ بتائے جائیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ط يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرۃ: ۱۸۵)

اور جو شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرے (روزے قضا کرے) اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور تمہیں مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

اور اس باب میں حسب ذیل احادیث ہیں:

دین آسان ہونے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک دین آسان ہے اور جو شخص بھی دین پر غالب آنے کی کوشش کرے گا اس پر دین غالب آجائے گا، پس تم ٹھیک ٹھیک کام کرو، صحت اور درستگی کے قریب اور خوشی سے عبادت کرو، صبح اور شام اور کچھ رات کے وقت۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۹، سنن الترمذی رقم الحدیث:۵۰۳۹، مسند احمد رقم الحدیث:۲۰۹۳۵، عالم الکتب بیروت)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین شخص (حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت عثمان بن مظعون: مصنف عبدالرزاق) نبی ﷺ کی ازواج کے حجروں میں گئے اور نبی ﷺ کی عبادت (کی مقدار) کے متعلق پوچھ گچھ کی، جب ان کو آپ کی عبادت کے متعلق بتایا گیا تو انہوں نے اپنی عبادت کو کم سمجھا اور کہا، کہاں ہم! اور کہاں نبی ﷺ آپ کے تو اگلے اور پچھلے تمام بظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت کردی گئی ہے، ان میں سے ایک شخص نے کہا رہا میں، تو میں ہمیشہ پوری رات نماز پڑھوں گا، اور دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی دن میں کھانا نہیں کھاؤں گا اور تیسرے نے کہا اور میں کبھی نکاح نہیں کروں گا اور عورتوں سے الگ رہوں گا، پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا تم لوگوں نے اس اس طرح کہا ہے سنو! اللہ کی قسم! بے شک میں ضرور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور دن میں کھاتا بھی ہوں، اور رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، پس جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ (محمودہ) پر نہیں ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۰۶۳، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۳۱، سنن الدارمی رقم الحدیث:۲۲۱۶)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! لگتا ہے کہ میں جماعت سے نماز نہیں پڑھ سکوں گا، کیونکہ فلاں شخص بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے، تو میں نے نبی ﷺ کو نصیحت کرتے ہوئے کبھی اس قدر زیادہ غصہ میں نہیں دیکھا آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم (جماعت سے) متنفر کرتے ہو، سو جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے وہ تخفیف سے نماز پڑھائے کیونکہ نمازیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں، کمزور بھی ہوتے ہیں اور ضروری کام پر جانے والے بھی ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۹۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۹۸۴، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۵۸۹۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو اور حضرت معاذ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں آسان احکام نافذ کرنا اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالنا اور لوگوں کو خوش رکھنا اور ان کو متنفر نہ کرنا اور ایک دوسرے سے موافقت کرنا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۱۲۴، ۳۰۳۸، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۷۳۳، ۲۰۰۱، الرقم المسلسل:۵۱۱۸، سنن ابو داؤد رقم الحدیث:۴۳۵۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۳۹۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا آسان احکام بیان کرو اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالو اور پرسکون رکھو اور لوگوں کو متنفر نہ کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۱۲۵، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۷۳۴، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۹۸۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دو چیزوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا گیا تو آپ نے اس چیز کو اختیار فرمایا جو زیادہ آسان ہو بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو، اگر وہ گناہ ہوتو آپ اس سے سب سے زیادہ دور ہونے والے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۱۲۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۷۸۵، موطا امام مالک رقم الحدیث:۵۹۳، مسند احمد رقم الحدیث:۲۵۰۲۶، عالم الکتب)

ارزق بن قیس کہتے ہیں کہ ہم (مقام) اھواز میں دریا کے کنارے نماز پڑھ رہے تھے، اس کا پانی خشک ہو چکا تھا، حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑی پر آئے اور گھوڑی کو چھوڑ کر نماز پڑھنے لگے، وہ گھوڑی چل پڑی، تو انہوں نے نماز کو چھوڑ کر گھوڑی کا پیچھا کیا اور گھوڑی کو واپس لا کر باندھ دیا پھر آ کر نماز پڑھی، ایک شخص نے ان کو دیکھ کر کہا اس بڈھے کو دیکھو نماز کو چھوڑ کر گھوڑی کو پکڑنے کے لئے چل دیا تھا، حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مڑ کر اس کو جواب دیا اور فرمایا جب سے میں رسول ﷺ سے جدا ہوا ہوں مجھے کسی نے ملامت نہیں کی اور میرا گھر متراخ (ایک جگہ کا نام) میں ہے اور اگر میں نماز پڑھتا اور گھوڑی چھوڑ دیتا تو میں اپنے اہل کے پاس رات تک نہیں پہنچ سکتا تھا، اور انہوں نے بتایا کہ وہ نبی ﷺ کے صحابی ہیں اور انہوں نے دیکھا ہے کہ نبی ﷺ (عبادات اور احکام کو) آسان کرتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۱۲۷، ۱۲۱۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے آ کر مسجد میں پیشاب کر دیا، لوگ اس کو مارنے کے لئے دوڑے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو، اور اس کے پیشاب کے اوپر ایک ڈول یا دو ڈول پانی بہا دو، کیونکہ تم آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو اور مشکل میں ڈالنے کے لئے نہیں بھیجے گئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۱۲۸، صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۸۵، مسند احمد رقم الحدیث:۷۷۸۶، عالم الکتب بیروت)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ ذات السلاسل میں ایک سردی کی رات میں ان کو احتلام ہو گیا، انہوں نے کہا مجھ کو خطرہ تھا کہ اگر میں نے غسل کیا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا، میں نے تیمم کیا اور اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا دی، لوگوں نے نبی ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا، نبی ﷺ نے فرمایا اے عمرو کیا تم نے جنبی ہونے کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی، تب میں نے بتایا کہ میں نے کس وجہ سے غسل نہیں کیا تھا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا ہے:

لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (النساء:۲۹)

اپنے نفسوں کو قتل نہ کرو، اللہ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۳۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں گئے ہم میں سے ایک شخص کے سر پر پتھر آ کر لگا جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ پھر اس کو احتلام ہو گیا، اس نے اپنے اصحاب سے پوچھا کیا تم میرے لئے تیمم کی رخصت پاتے ہو، اس کے اصحاب نے کہا ہم تمہارے لئے تیمم کی رخصت نہیں پاتے تم پانی کے استعمال پر قادر ہو، اس نے غسل کیا جس سے وہ مر گیا، جب ہم نبی ﷺ کے پاس پہنچے تو ہم نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کو اللہ مار ڈالے انہوں نے تو اس کو قتل کر دیا، جب ان کو اس صورت حال کے حکم کا علم نہیں تھا انہوں نے کسی (اہل علم سے) سے پوچھا کیوں نہیں! جہالت کی شفاء سوال کرنے میں ہے، اس کے لئے تیمم کرنا کافی تھا یا وہ اپنے زخم پر کپڑا باندھ کر اس پر مسح کر لیتا پھر باقی جسم دھو لیتا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۳۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۵۷۲)

ابو عروہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کا انتظار کر رہے تھے آپ نے ایک پیر کو باہر نکالا اور وضو یا غسل کی وجہ سے آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے، لوگ آپ سے پوچھ رہے تھے یا رسول اللہ! ہم پر کوئی حرج ہے اگر ہم فلاں کام کر لیں! آپ نے فرمایا نہیں اے لوگو، پھر آپ نے تین بار فرمایا بے شک اللہ کا دین آسان ہے۔ (مسند احمد ج۵ ص۶۹، طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث:۲۰۹۴۵، عالم الکتب)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک یہ دین متین (مضبوط) ہے اس میں نرمی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (مسند احمد ج۳ ص۱۹۹، مسند احمد رقم الحدیث:۱۳۰۸۳، عالم الکتب)

حضرت انس بن مالک، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اسلام نرم دین ہے اس میں نرمی کے ساتھ داخل ہونا چاہیے۔ (مسند احمد ج۵ ص۱۳۵، مسند احمد رقم الحدیث:۲۱۲۱۷، عالم الکتب بیروت، شعب الایمان رقم الحدیث:۳۸۸۶)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے اوپر سختی نہ کرو (سخت اور مشکل کاموں کی نذر نہ مانو) تم سے پہلی امتیں اس لئے ہلاک ہو گئیں کہ انہوں نے اپنے

اوپر سخت اور مشکل کاموں کو لازم کر لیا تھا (مثلاً رہبانیت) ان کے باقی ماندہ لوگوں کو تم کلیساؤں اور گرجوں میں دیکھو گے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث:۵۵۵۱، مجمع الزوائد ج۱ ص۶۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۹۰۴، شعب الایمان رقم الحدیث:۳۸۸۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرائض کو ادا کرو اور رخصتوں کو قبول کرو اور لوگوں کو چھوڑ دو تم ان سے کفایت کر چکے ہو۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث:۷۸۶، کنز العمال رقم الحدیث:۵۳۳۷)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے سب سے افضل لوگ وہ ہیں جو رخصتوں پر عمل کرتے ہیں۔ (المعجم الکبیر ج۱۹ ص۱۶۵، الصحیحہ للالبانی رقم الحدیث:۱۵۰۵، الجامع الصغیر رقم الحدیث:۱۳۰۰)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اعرابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے دین میں سب سے بہتر وہ عبادت ہے جو سب سے آسان ہو تمہارے دین میں سب سے بہتر وہ عبادت ہے جو سب سے آسان ہو۔ (دوبار فرمایا) (مسند احمد ج۳ ص۴۷۹، طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث:۱۶۰۳۲، عالم الکتب بیروت)

دم زندگی رم زندگی، غم زندگی سم زندگی
غم رم نہ کر سم غم نہ کھا کہ یہی ہے شان قلندری!
تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری!
نہ ستیزہ گاہ جہاں نئی، نہ حریف پنجہ فگن نئے
وہی فطرت اسد اللہی، وہی مرحبی وہی عنتری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقالہ خصوصی

نیل پالش کے ساتھ وضو کے جواز کا مسئلہ

ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج
استاذ الفقہ والتفسیر
شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

قرآن مجید، فرقان حمید میں حکم وضو کے لئے، جو الفاظ آئے ہیں۔ سب سے پہلے وہ ملاحظہ ہوں۔ یا ایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا بروسکم وارجلکم الی الکعبین (المائدہ ۶/۵)

اے ایمان والو! جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو اور اپنے سر کا مسح کرو۔ اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھولو۔

اس آیت کے مطابق تین اعضاء کو دھونا اور ایک پر مسح کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔ دھونے والے اعضاء میں دو کی حدود متعین کر دی گئی ہیں۔ جبکہ چہرہ کی حدود کا تعین نہیں کیا گیا۔ اس لیے ظاہر ہے کہ چہرہ کو دھونے کا حکم کسی "مخصوص تعریف" کے تحت نہیں بلکہ عرف کے تحت ہے۔ چہرے کو دھونے کا عمل بہت ہی کمسنی سے شروع ہو جاتا ہے۔ جو "فقہی تعریف" سے بے نیاز ہوتا ہے۔ فقہ کی رو سے چہرہ کی تعریف یہ کی گئی ہے۔

حد الوجہ من قصاص شعرہ الیٰ اسفل ذقنہ والیٰ شحمتی الاذنین یا (لمبائی میں) پیشانی کے بالوں کی آخری حد سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور (چوڑائی میں) ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک کو چہرہ کہتے ہیں۔ مگر چہرہ کی تعریف میں صاحب درمختار کا یہ قول زیادہ پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔

من مبدا، سطح وجہ الیٰ اسفل ذقنہ.

یعنی پیشانی کی ابتداء سے لیکر ٹھوڑی تک ہے

اسی طرح امام ابو یوسف کے قول کے مطابق کان اور داڑھی کے درمیان، جو خالی جگہ ہے وہ چہرہ میں شامل نہیں ہے۔[۳]

عرفی اور لغوی چہرہ کی تعریف "ما یواجہ بہ الانسان" سے کی گئی ہے۔ دراصل یہ وجہ "کے معنی کی وضاحت ہے۔ کیونکہ وجہ وہی حصہ ہے جس کا انسان سے ملتے ہی مواجہ (سامنا) ہوتا ہے۔ یہ انسانی ذات کا وہ حصہ ہے جس سے اسکی شناخت ہوتی ہے۔ اور جسے کھلا رکھنا پڑتا ہے۔ ابن فارس کے بقول الوجہ، انسان کے اس حصہ جسم کو کہتے ہیں جو سب سے پہلے سامنے آئے۔ چونکہ انسان کا چہرہ نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔ اس لیے اسے وجہ "کہتے ہیں۔

چنانچہ فاغسلوا وجوھکم کا مطلب چہرہ کا عام عادت کے مطابق دھونا ہے۔ بالفرض اس دھونے میں اگر کوئی حصہ غیر ارادی طور پر خشک رہ جائے (خواہ عادۃً یا اتفاقاً) تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس "وجہ مغسول" کو بے دھلا چہرہ قرار دیا جائے گا؟ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے۔ اس لیے کہ قرآن مجید کی منشاء یہ نہیں ہے کہ پہلے چہرہ کی حد بندی کی جائے۔ پھر اس حد بندی کے اندر اتنی شدت اختیار کی جائے کہ اگر اس حد میں بال برابر بھی جگہ خشک رہ گئی ہو تو اسے "وضو" کی تعریف سے نکال دیا جائے۔ تاہم احتیاط کے پہلو سے اسے مستحسن اور مستحب ضرور قرار دیا جائے گا۔

یہی حال "وایدیکم الی المرافق" کا ہے۔ یہاں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونے کے حکم سے دراصل ہاتھوں کی حد بندی کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ اگر یہ حد مقرر نہ ہوتی تو کوئی اسے فقط کلائیوں تک دھوتا اور کوئی بازوؤں تک۔

ترتیب وضو میں تیسرے عضو (سر یا سر کے بالوں) کو مسح کرنے سے متعلق کیا گیا ہے۔ مسح کہتے ہیں کہ ہاتھ پانی میں تر کر کے کسی چیز پر لگانا اور از روئے لغت فقط چھونے کو مسح کہتے ہیں۔ اس فقرہ میں یہ تصریح نہیں کہ آدھے سر کا مسح کرے یا کل کا یا چوتھائی کا۔ اس لیے علماء اسلام کے باہمی مختلف اقوال ہیں۔

شاہ محمد عبدالحق حقانی کے بقول امام ابو حنیفہ اور امام شافعی اور اکثر علماء کے نزدیک تمام سر کا مسح کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس لیے کہ اول تو بروسکم میں "ب" بعضیت کا فائدہ دیتی ہے۔ کہتے ہیں مسحت یدی بالمندیل یعنی میں نے اپنے ہاتھوں کا رومال سے مسح کیا۔ اسمیں یہ ضروری نہیں کہ تمام رومال کا مسح کیا ہو بلکہ اس کے بعض اجزاء کے مسح پر بھی یہ قول صادق آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ب" کو زائدہ بھی تسلیم کرلیں تب بھی باعتبار اہل زبان کے پورے سر کا مسح کرنا نہیں سمجھا جاتا۔ یہ مسح مطلق ہے۔ پھر امام شافعی نے اس کو مطلق ہی رکھا ہے۔ حتیٰ کہ اگر سر کے چند بالوں کا مسح بھی ہو جائے گا تو کافی ہوگا۔

مگر امام ابوحنیفہ نے ان احادیث سے جو "مسح بعض راس" کے لئے آئی ہیں۔ چوتھائی سر مراد لیا ہے۔ جبکہ امام مالک نے اپنے قرآن اور ان احادیث سے کہ جن میں تمام سر کا مسح کرنا پایا گیا ہے کل سر کا مسح کرنا مراد لیا ہے۔

احادیث صحیحہ میں کل سر کا مسح کرنا بھی آیا ہے اور بعض کا بھی۔ گو علمائے اسلام کی یہ بحث فرضیت کے باب میں تھی۔ مگر پورے سر کے مسح کرنے کے مسنون ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ امام اوزاعی، ثوری، اور امام احمد کے نزدیک اگر بجائے سر کے کوئی عمامہ پر مسح کرلے تو درست ہوگا۔ کیونکہ نبی ﷺ نے بعض اوقات ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ عمرو بن امیہ ضمری اور بلال اور مغیرہ بن شعبہ اور سلمان اور ثوبان رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایات آئی ہیں۔ جنکو بخاری، اور احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔ مگر امام شافعی اور امام ابوحنیفہ اور اکثر علماء کے نزدیک یہ کافی نہ ہوگا۔ اور آنحضرت ﷺ کا یہ فعل اس بات پر محمول ہوگا کہ آپ نے عمامہ کو ہاتھ سے اٹھا کر سر کا مسح کیا۔ راوی نے یہ سمجھا کہ صرف عمامہ پر مسح کیا۔ جیسا کہ صحیحین میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں منقول ہے۔

ان النبی ﷺ توضا فمسح بناصیة وعلی العمامة ۔الخ۔ نبی ﷺ نے وضو کر کے اپنے ماتھے اور عمامہ پر مسح کیا۔[۴]

مختصر یہ کہ اہل لغت کی تصریح کے مطابق "ب" تبعیض کے لئے ہے۔ یعنی کچھ حصے کے مفہوم میں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سر کے کچھ حصے کا مسح کرو۔ گویا حرف با کی وجہ سے اس حکم میں اتنی وسعت اور گنجائش موجود ہے اگر پورے سر کا مسح نہ ہو سکے تو کوئی حرج نہیں۔ جتنا بھی ہو جائے اسے کافی سمجھا جائے۔ اس لیے فقہ حنفی میں "چوتھائی سر" کا مسح کرنا فرض ہے۔ جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے۔

والمفروض فی مسح الرأس مقدار الناصیة وھو ربع الرأس[۵]

مسح راس میں ناصیہ کی مقدار پر مسح کرنا فرض ہے۔

اب آخر میں پاؤں دھونے کا مسئلہ دیکھیے (وار جلکم الی الکعبین) اگر یہاں کعبین (ٹخنوں) کا ذکر نہ ہوتا تو پاؤں کی حد بندی نہ ہوتی۔ اس لیے وضو میں پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا فرض کیا گیا ہے۔

یہ امر قابل توجہ ہے کہ ہر مسلمان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ اعضائے وضو کو اسکی وسعت کے ساتھ دھولے۔ تاہم انسانی کمزوریوں کے پیش نظر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اعضائے وضو کا کوئی معمولی سا حصہ دھلنے سے رہ جاتا ہے اور یہ سب غیر ارادی طور پر ہوتا ہے۔ لہٰذا اس "غیر ارادی نقص" کی وجہ سے اعضائے مغسولہ پر وضو کا اطلاق کیا جانا قرآن کے اس اصول کے مطابق ہے۔ جسمیں یہ کہا گیا ہے۔

ولیس علیکم جناح فیما اخطاتم بہ ولکن ما تعمدت قلوبکم وکان اللہ غفورا رحیما۔ (الاحزاب/۵)[۶]

اور تم پر اس بارے میں کچھ گناہ نہیں۔ جو تم سے چوک ہو جائے۔ لیکن (وہ گناہ ہے) جو تمہارے دل عمداً کریں اور اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں درج ذیل حدیث کو دیکھیے۔

عن علی قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال انی اغتسلت من الجنابة وصلیت الفجر ثم اصبحت فرأیت قدر موضع الظفر لم یصبه الماء فقال رسول اللہ ﷺ لو کنت مسحت علیه بیدک اجزاءک۔[۷]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا۔ میں نے غسل جنابت کیا اور فجر کی نماز پڑھ لی۔ پھر میں نے دیکھا کہ ناخن برابر جگہ پر پانی نہ پہنچ سکا تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم اس جگہ پر ہاتھ پھیر لیتے تو وہ تمہارے لیے کافی تھا۔

یعنی آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تمہارا غسل نہیں ہوا اس لیے نماز نہیں ہوئی۔ تو جناب! یہ ہے حضور نبی رحمت ﷺ کا احکام شریعت کے سلسلے میں توسع کا عملی مظاہرہ۔

اب آیئے ایک دوسرے پہلو سے اس مسئلہ کو دیکھتے ہیں۔ یعنی حکم وضو، حکم غسل کی روشنی میں۔ اس ضمن میں سب سے پہلے قرآن مجید کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

یا ایھا الذین امنو الا تقربو الصلوة وانتم سکاری حتیٰ تعلمو ا ما تقولون ولا جنبا الا عابری سبیل حتیٰ تغتسلوا ۔۔ (الی آخر الایہ) (النساء/۴۳)

اے ایمان والو! نماز کے قریب نہ جاؤ، جب تم نشہ میں ہو۔ یہاں تک کہ سمجھنے لگو، جو کہتے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں ہوائے اس کے کہ راستہ گزر رہے ہو۔ یہاں تک کہ غسل کرلو۔

اس آیت کی رو سے، حالت جنابت میں نماز پڑھنا تو کجا، نماز کی جگہ (مسجد) میں قیام سے بھی روکا گیا ہے۔ موضع صلوٰۃ سے صرف گزرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ حتیٰ تغتسلوا سے مراد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظاہر ہے کہ پورے جسم کا دھونا ہے۔ کیونکہ اگر کسی مخصوص حصے کا دھونا مطلوب ہوتا تو اس کا نام ضرور لیا جاتا۔ اور دوسری جگہ یہ حکم یوں آیا ہے۔

وان کنتم جنباً فاطهروا. (النساء/۴۳۔المائدہ/۶)

اور جب تم ناپاک ہو جاؤ تو طہارت حاصل کرو۔

ظاہر ہے کہ یہ طہارت اصلاً تو پانی سے حاصل ہوتی ہے اور اگر پانی نہ ہو تو پاک مٹی سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

جسطرح حکم وضو میں، اعضائے وضو کا دھونا فرض ہے۔ اسی طرح حکم غسل میں پورے بدن کا مغسول ہونا بھی فرض ہے۔

ایک روایت کی رو سے کہا یہ جاتا ہے کہ اگر ایک بال برابر بھی بدن کا کوئی حصہ خشک رہ جائے تو غسل نہیں ہوتا (اس روایت پہ تبصرہ ذرا آگے چل کر آئے گا)۔ اس روایت کی حقیقت، درج ذیل روایات کی روشنی میں دیکھیے۔

روایت نمبر ا۔

عن ام سلمة قالت، قلت یا رسول الله ﷺ انی امرأة " اشد ضفر راس افا نقضه لغسل الجنابة قال لا انما یکفیك ان تحثی علیٰ رأسك ثلاث حثیات من مآء ثم یفیضی علیٰ سائر جسدك المآء فتطهرین او قال فاذا انت قد تطهرت قال ابو عیسی هذا حدیث حسن صحیح " والعمل علیٰ هذا عندا هل العلم ان المراة اذا غتسلت من الجنابة فلم تنقض شعر ها ان ذلك یجز ئها بعد ان تفیض الماء علیٰ راسها۔ ے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے سر کی چوٹی سختی سے بندھی ہوئی ہے۔ کیا میں غسل جنابت کے لئے کھولا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کھولنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اپنے سر پہ تین مرتبہ پانی ڈال لیا کرو۔ پھر ایک مرتبہ پورے جسم پر پانی بہاؤ۔ پاک ہو جاؤ گی۔ یا یہ فرمایا اس وقت تو بے شک پاک ہو گی۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ جب عورت غسل جنابت کرے اور بالوں کو کھولے بغیر سر پہ پانی ڈالے تو جائز ہے۔

روایت نمبر ۲۔

اب ایک اور روایت ملاحظہ ہو:

عن عبید ابن عمیر عن عائشه ان عبدالله بن عمر یا مر النسآء اذا اغتسلن ان ینقضن روسهن فقالت یا عجبا لا بن عمر هذا یا مر النسآء اذا اغتسلن ان ینقضن رء وسهن افلا یا مر هن ان یحلقن روسهن لقد کنت اغتسل انا و رسول الله ﷺ من انا ء واحد وما ازید علی ان افرغ علی راسی ثلاث افراغات۔ ۸

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر عورتوں کو غسل کے وقت مینڈھیاں کھولنے کا حکم دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ عبداللہ بن عمیر پر تعجب ہے کہ وہ عورتوں کو غسل کے وقت مینڈھیاں کھولنے کا حکم دیتے ہیں۔ وہ عورتوں کو سر منڈانے کا حکم کیوں نہیں دیتے۔ حالانکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک برتن سے پانی لیکر غسل کرتی تھی اور اپنے بالوں پر صرف تین بار پانی ڈالتی تھی۔

ان دونوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے سروں کے بال گندھے ہوئے ہوں تو انہیں بغیر کھولے، غسل کیا جائیگا۔ بال کھولنے پر اصرار نہیں کیا جائے گا۔ خواہ تمام سر پانی سے نہ بھیگے۔ اس سلسلے میں رہنمائی کے لئے یہ روایت پیش نظر رہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔

ام الرجل فلینشر راسه فلیغسله حتیٰ یبلغ اصول الشعر واما المراة فلا علیها -- ان لا تنقضه۔ ۹

مرد اپنا سر کھول کر دھوئے۔ یہاں تک کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے اور عورت کے لئے ضروری نہیں ہے (کہ وہ اپنے بال کھولے)۔

اس لیئے اہل فقہ فرماتے ہیں کہ گیسو بافتہ عورت پر گندھے ہوئے بالوں کو کھول کر جڑوں میں پانی پہنچانا صحیح قول کے مطابق ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں اس کے لیئے حرج ہے۔ برخلاف داڑھی کے بالوں کے کہ ان کے درمیان پانی پہنچانے میں کوئی مشقت نہیں۔ لیکن مبسوط میں ہے کہ مذکورہ حدیث مسلم کی روشنی میں اصح یہ ہے کہ وجوب نہیں رہتا۔ ۱۰

نیز یہ بھی فرماتے ہیں: داڑھی کا تعلق، چونکہ چہرے سے ہے اور آیت وضو سے چہرہ کا دھونا فرض ہے۔ اس لیے بظاہر داڑھی بھی اس حکم میں شامل ہونی چاہیے۔ مگر مذہب حنفی میں داڑھی کی تخلیل فرض نہیں بلکہ جائز و مستحب ہے۔ ۱۱

اس مسئلہ کو اب ایک دوسرے پہلو سے دیکھیے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ بات ہر مسلمان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ غسل میں تین چیزیں فرض ہیں۔

فرض الغسل المضمضة والاستنشاق و غسل سائر البدن [11]

۱۔ منہ کا اندر سے اچھی طرح دھونا (یعنی غرارہ کرنا)

۲۔ ناک میں پانی ڈالنا

۳۔ اور ایک مرتبہ پورے بدن کا دھونا

اس تعریف کی رو سے بتایئے کہ منہ میں اگر بتیسی لگی ہو یا سونے کے دانت لگے ہوں یا دانتوں کو سونے یا چاندی کے تاروں سے باندھا گیا ہو تو غرارہ کی صحت کو تسلیم کیا جائے یا نہیں؟ اس بارے میں عام فتویٰ یہی ہے کہ غرارہ کی صحت کو تسلیم کیا جائیگا۔ اس پر ہمارا سوال یہ ہے کہ جب مصنوعی دانتوں اور سونے چاندی کے تاروں نے، جلد حقیقی کو اپنے وجود سے مستور رکھا اور پانی کو وہاں تک پہنچنے نہیں دیا تو غرارہ کیسے ہو گیا؟ (واضح رہے کہ غسل کی صحت کا دارومدار، غرارہ کی صحت پر بھی ہے)۔

یہ سوال اس لیئے اٹھایا گیا ہے کہ نیل پالش کے بارے میں کہا یہی جاتا ہے کہ وہ ناخن کو مستور کر دیتی ہے۔ ناخنوں پر تہہ (Layer) چڑھا دیتی ہے اور پانی کو ناخن تک پہنچنے نہیں دیتی۔ اس لیئے وضو نہیں ہوتا۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ جس دلیل سے وضو نہیں ہوتا، اسی دلیل سے غرارہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔ ورنہ یہ تو ایک ہی طرح کے مقدمے میں دو طرح کے فیصلے ہوں گے۔

موضوع زیر بحث میں درج ذیل روایت، خصوصی اہمیت اور توجہ کی حامل ہے۔

عن عبدالرحمن بن طرفه ان جده عرفجة بن اسعد قطع انفا يوم الكلاب فاتخذ انفاً من ورق فانتن عليه فامره النبی ﷺ ان يتخذ انفامن ذهب۔ (رواہ الترمذی وابو داؤد والنسائی) [13]

روایت ہے حضرت عبدالرحمن بن طرفہ سے کہ ان کے دادا عرفجہ بن سعد کی کلاب کے دن ناک کٹ گئی تو آپ نے چاندی کی ناک بنوالی۔ وہ بدبودار ہو گئی تو نبی ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ سونے کی ناک لگوالیں۔

اس حدیث کی بناء پر فقہا فرماتے ہیں کہ مرد کو سونے کی ناک لگانا جائز ہے۔ یوں ہی ہلتے دانت کو سونے کے تار سے باندھ لینا مباح ہے کہ سونے میں میل سے بدبو پیدا نہیں ہوتی [14] علامہ علاؤ الدین حصکفی فرماتے ہیں:

ولا يشد سنه المتحرك بذهب بل الفضة وجوزهما محمد ويتخذ انفا۔ الخ

اور اپنے ہلتے دانت کو سونے کے تار سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے باندھے اور (امام) محمد نے چاندی اور سونے دونوں سے جائز کہا ہے۔ اور سونے سے ناک بنائے [15]

یہ حدیث نیل پالش کے ساتھ وضو و غسل کے جواز میں، خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت عرفجہ نے پہلے چاندی کی اور پھر سونے کی ناک لگوائی۔ یہ ناک جسامت کی حامل تھی۔ جس نے جلد حقیقی کو چھپالیا تھا۔ یہ صحابی اس مصنوعی ناک کے ساتھ وضو اور غسل فرماتے رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ ناک اکی اصلی تو نہ تھی بلکہ اطلاقی تھی مگر اس جلد اطلاقی کو، جلد اصلی کے قائم مقام ہی سمجھا جاتا تھا۔ اس لیئے انہیں وضو اور غسل کے وقت ناک ہٹانے کی ضرورت نہیں تھی۔ گو ناک کے نیچے کی جگہ (جو کہ جلد حقیقی پر مشتمل تھی) خشک رہتی تھی۔ مگر جلد اطلاقی کو حکمی طور پر جلد حقیقی پر محمول کیا جاتا تھا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ نیل پالش کا مسئلہ بھی اس حدیث کی رو سے سمجھا جاسکتا ہے۔ نیل پالش دراصل جلد اطلاقی کے حکم میں ہے۔ جو جلد حقیقی کو چھپا دیتی ہے۔ اس لیئے حکمی طور پر اسے حضرت عرفجہ کی ناک کی طرح جلد حقیقی پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

اب آیئے اس مسئلہ کو اک نئی جہت سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

فقہ اسلامی کا ایک قرآنی اصل "عدم حرج" ہے۔ اور اس اصول کی سند یہ ہے۔

ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج۔ (المائدہ/۶)

اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے۔

اس لیئے ہمارے فقہا کرام، استنباط احکام اور تخریج مسائل میں بہت سے موقعوں پر اس اصول سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ اصول قرآن کے جس سلسلہ احکام میں وارد ہوا ہے، حسن اتفاق کہ وہ احکام، وضو، غسل اور تیمم کے تعلق سے ہی آئے ہیں۔ اس تعلق سے یہ نکتہ پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا احکام میں "عدم حرج" کا اصول خصوصیت کے ساتھ ملحوظ خاطر رکھا جائے گا۔ اسلیئے اس باب میں فقہائے کرام کو چاہیئے کہ وہ اپنے فتاویٰ میں رخصتوں اور سہولتوں کو ملحوظ رکھیں۔ نہ یہ کہ آسان اور رواں چیزوں کے اپنے فتوؤں سے مشکل بنادیں جو کہ شارع کی منشا کے خلاف ہے۔

یہ اصول (عدم حرج) ایک اور مقام پر بایں الفاظ آیا ہے۔

ما جعل عليكم فی الدين من حرج۔ (حج/۷۸)

دین کے معاملے میں (اللہ نے) تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

علمائے تفسیر نے اس "حرج" (تنگی) پر متعدد مباحث پیش کیے ہیں کسی نے اسے قصر صلوۃ

© rasailojaraid.com